اخلاقیات

10

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

منظور کردہ: وفاقی وزارت تعلیم (شعبہ نصاب سازی) حکومت پاکستان، اسلام آباد۔
موجب سرکلر نمبر F.6-8/2009 مورخہ 01 مارچ 2011
تیار کردہ: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

فہرست مضامین

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
-1	**مذاہب کا تعارف**	02-12	•	انسانی کردار سازی پر احتساب کے اثرات	38-45
•	مشکلات کے حل میں مذاہب کی رہنمائی		•	مذہبی تعلیمات میں پابندی وقت کی اہمیت	
•	گناہ اور جرم کا تصور		-4	**عوامی مقامات کے آداب**	46-51
-2	**مہاویر**	13-24	•	1-ریلوے اسٹیشن 2- بس اسٹینڈ	
•	حالات زندگی			3-ہوائی اڈا 4- بازار (مارکیٹ)	
•	مہاویر کے ہم عصر مذہبی راہنما		-5	**مشاہیر**	52-65
•	مہاویر کی تعلیمات		•	فلاسفر ارسطو	
-3	**اخلاق و اقدار**	25-37	•	عمان ویل کانٹ	
•	عبادت کے انسانی زندگی پر اثرات (مذاہب عالمی کی روشنی میں)		•	سری اربندو گھوش	
•	عالمی مذاہب میں اخلاقی اقدار		•	**فرہنگ**	66

مصنفین: • ڈاکٹر عبداللہ شاہ ہاشمی • ڈاکٹر محمد شفیع مرزا

ڈائریکٹر (مسوّدات): فریدہ صادق
ڈپٹی ڈائریکٹر (گرافکس): انجم واصف

نگران/ایڈیٹر: لئیقہ خانم

کمپوزنگ: عرفان شاہد
ڈیزائننگ: سمیرا اسماعیل

ناشر:
مطبع:

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	طباعت	تعداد اشاعت	قیمت

پیشِ لفظ

ایک زمانہ تھا کہ انسان غاروں میں رہتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ دنیا کی آبادی بڑھی تو انسان اپنی فطرت کے مطابق مل جل کر رہنے لگے۔ اس سے انہیں زندگی زیادہ خوش گوار محسوس ہوئی۔ وہ اسے بہتر بنانے کے لیے کوشش کرنے لگے۔ ایسے اصول وضوابط بنانے کی کوشش کی جانے لگی جن پر عمل کر کے زندگی اور زیادہ پُرسکون ہوجائے لیکن یہ کام اتنا آسان نہ تھا۔ ترقی کی خواہش کی طرح اختلافات بھی انسانی فطرت کا حصہ ہیں۔ انسان سوچ، صلاحیت اور عمل کی قوت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس لیے وہی قانون اور ضابطے درست ہیں جو کائنات کے بنانے والے نے اپنے نیک بندوں کے ذریعے انسان کو سمجھائے ہیں اور اس خالق و مالک کو رام، رحیم، واہگورو اور یزدان کہتے ہیں۔ تاریخ کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ انسانی زندگی کے مختلف اَدوار میں انسان صرف اسی دَور میں پُرسکون رہا ہے جب وہ اس برتر ہستی کی ہدایات پر کاربند رہا ہے۔

مذاہب اخلاقیات کے ماخذ بھی ہیں اور انہیں پروان بھی چڑھاتے ہیں۔ ہم روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ دیانت داری، صداقت، ہمدردی، دریا دلی اور جذبہ خدمتِ خلق جیسی اقدار مذاہب ہی کی عطا ہیں۔ اگرچہ مذاہب مختلف ہیں لیکن یہ اخلاقی اقدار ایک جیسی ہیں۔ عملی زندگی میں آپ نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہوگا جن کا تعلق مذاہب سے ہوتا ہے لیکن وہ سب بنیادی اخلاقی اقدار پر عمل کرنے والے ہمیشہ دوسروں کے دُکھ سُکھ میں شریک رہتے ہیں اور کسی قدرتی آفت کے موقع پر مذہب اور ملت کی تفریق کے بغیر خدمت خلق میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ وہ کبھی دوسروں کا دل نہیں دکھاتے بلکہ ہمدردی سے پیش آتے ہیں۔ وہ صرف جھوٹ اور ظلم سے نفرت کرتے ہیں۔

پاکستان مسلم اکثریت کا ملک ہے لیکن اس میں مسیحی، ہندو، سکھ، بُدھ، پارسی اور دیگر غیر مسلم اقلیتیں بھی موجود ہیں۔ یہاں ہندوؤں اور سکھوں کے مقدس مقامات بھی موجود ہیں اور ہر سال ہزاروں زائرین بیرونِ ملک سے ان مقدّس مقامات کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ یہاں تمام مذاہب کے لوگوں میں باہمی اتحاد اور یگانگت پائی جاتی ہے اور کسی بھی ملک کی ترقی اور خوش حالی میں یہ اتحاد، رواداری اور یگانگت بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

پاکستان میں اقلیتوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذاہب، عقائد، جان و مال اور ثقافت کا تحفظ کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی بقاء، ترقی اور خوش حالی کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں میں ہم آہنگی ہو، وہ رواداری سے کام لیں اور ان کے آپس کے تعلقات خوش گوار رہیں۔

اخلاقیات کی اس درسی کتاب میں نہایت مفید درسی مواد کو شامل کیا گیا ہے۔ مذہب کی نفسیاتی اہمیت، اخلاقی اقدار، قومی بحرانوں میں اور جرائم کی روک تھام میں مذاہب کا کردار، عالمی مذاہب کی عطا کردہ اخلاقی اقدار سے انسانی کردار کی تشکیل عبادت گاہیں، عبادت کے طریقے اور انسانی رویوں پر عبادت کے اثرات، ارسطو، عمان ویل کانٹ اور سری اربندو جیسے مشاہیر کے افکار و کردار کو شاملِ نصاب کیا گیا ہے اسی طرح عالمی مذاہب میں سے جین مت اور مہاویر کی تعلیمات بھی شاملِ نصاب میں یہ معلومات طلبہ کے لیے مفید ثابت ہوں گی۔

ہم نے مقاصد تعلیم، اخلاقی تعلیمات کے خصوصی مقاصد اور طلبہ کی ذہنی سطح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان کے عطا کردہ نصاب کے مطابق یہ کتاب ترتیب دی ہے اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے ارکان پر مشتمل قومی جائزہ کمیٹی نے نہایت باریک بینی سے اس کا جائزہ لیا ہے اور اسے نصاب کے عین مطابق قرار دیا۔ اُمید ہے اساتذہ اور طلبہ اسے مفید پائیں گے۔ دوسری اشاعت سے پہلے اساتذہ کرام اور اخلاقیات کا مطالعہ کرنے والے افراد کی مثبت تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

مصنفین

باب
1

مذاہب کا تعارف

مذہب کی تعریف مختلف ماہرین کی نظر میں مندرجہ ذیل ہیں :

کانٹ (Kant) کے نزدیک:

ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا مذہب ہے۔ ہر انفرادی شے کو ایک عظیم کل کا جزو سمجھنا اور ہر محدود شے کو لامحدود کا نمایندہ قرار دینا مذہب ہے۔

ہیرالڈ ہوفڈنگ (Harald Hoffding) کے نزدیک:

”اقدار کی مداوت کا نام مذہب ہے۔“

ولیم جیمز (William James) کا کہنا ہے کہ:

”انفرادی اشخاص کے عالم تنہائی کے وہ جذبات، اعمال اور تجربات جن کی بابت وہ سمجھیں کہ ان کا رشتہ اس شے سے ہے جسے وہ اپنی دانست میں خدا کہتے ہیں، مذہب کہلاتے ہیں۔“

Calverton کے نزدیک:

”انسان نے اس وقت کا نام مذہب رکھ لیا ہے جس کے متعلق اس نے یہ عقیدہ پیدا کرلیا ہے کہ اس کے زور سے وہ کائنات کو مسخر کرلے گا۔“

پروفیسر اے این وائٹ ہیڈ (A.N.Whitehead) نے مذہب کے متعلق مختلف مقامات پر مختلف تصریحات کی ہیں۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ:

”انسان جو کچھ اپنی ذات کی تنہائی سے کرتا ہے مذہب ہے۔ مذہب عقیدہ کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسان کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہوجاتی ہے۔ مذہب عالمگیر وفا شعاری (World Loyalty) کا نام ہے۔“

مذہب کا مفہوم:

انسان میں جو تجسس کا مادہ ہے اس کی وجہ سے وہ تنہا اپنی ذات کو نہیں بلکہ سارے عالم کی ساری چیزوں کو جاننا چاہتا ہے۔ جب وہ خیالات کی بلند پروازی جب کرتا ہے تو ”عالم کون“ کے نقطہ آغاز تک رسائی چاہتا ہے اور اس کے آخری انجام سے بھی واقف ہونا چاہتا ہے۔ انسان دنیا کی ہر چیز کو سمجھنا اس پر قابو حاصل کرنا اور اس سے مستفید ہونا چاہتا ہے۔ دنیا کے ذرہ ذرہ پر غور کرتا ہے۔ اسے یقین ہو جاتا ہے کہ دنیا کی کوئی چیز عبث اور بے کار نہیں ہے۔

مذہب کی جامع تعریف:

انگریزی زبان میں مذہب کے لیے (Religion) کا لفظ ہے جو لاطینی زبان سے ماخوذ ہے۔ جس کا مفہوم عقیدہ، ایمان اور عبادت کا ایک نظام ہے لیکن عبادت اسی وقت ہوسکتی ہے جب انسان اپنے آپ کو کسی ہستی کے ساتھ وابستہ کردے۔ اس لئے انسان

اپنے آپ کو سب سے زیادہ سب سے بڑی ہستی یا کارساز، کارفرما ہستی سے وابستہ کر دیتا ہے لیکن لفظ (Religion) ہر مذہب کے مفہوم کی تشریح نہیں کرتا کیونکہ تقریباً تمام مذاہب کا اتنا محدود مفہوم نہیں ہے صرف عقیدہ یا عبادت مذہب کے نظام کا نام نہیں بلکہ مذاہب میں عقیدہ وعبادت، سیاست ومعاشرت، تہذیب وتمدن، رہن سہن، لباس اور معاشی نظام وغیرہ یعنی انسان کی زندگی کے ہر لمحے کو مذہب کی تعلیم کے مطابق ادا کرنا مذہب میں داخل ہے۔

مذہب کے بنیادی عناصر:

مذہب کے بعض بنیادی عناصر ایسے ہیں جنھیں کم وبیش ہر مذہب میں تلاش کیا جا سکتا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

i- عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک فطری عنصر ہے جس کا تعلق سچائی کے فہم، اس کی ضابطہ سازی اور باطل سے نبرد آزمائی ہوتا ہے۔

ii- رسوم یہ مذہب کا دوسرا اہم عنصر ہے۔ یہ عنصر برائے راست اصل وحی سے ماخوذ ہوتا ہے، مذاہب میں رسوم کی حیثیت بڑی اہم ہے۔ ان کے بغیر مذہب کے وجود کا تصور ہی محال ہے۔

iii- تیسرا عنصر اخلاق ہے۔ اخلاق اور نیکی کے بغیر روح یا تائید یا فضل خداوندی حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوسکتی۔

مذہب کے پہلے دو عناصر انسان کے خداوند تعالیٰ سے تعلق کے حامل ہیں جبکہ تیسرا عنصر انسان کا انسانیت کے بارے میں ہے یعنی اس کے معاشرتی روابط کے متعلق ہے۔ مذہبی نظاموں کے مطالعہ سے ایک عمومی اتفاق رائے کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ایسے نظام سبھی معلوم معاشروں میں پایا جاتا ہے۔ بہت سے معاشروں میں مذہبی عقائد ورسوم ایک طرز کی طریق حیات کو ایک عملی اکائی کی شکل دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مذہبی عقائد ورسوم ہر معاشرے میں بڑی الگ الگ صورتوں میں موجود ہیں۔

مذہبی تقاضے:

مذہب انسانی فطرت میں داخل ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں فطری طور پر مذہب کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ مذہب کی بڑی غرض وغایت فطری تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے۔ فطری تقاضوں کی نوعیت دو طرح کی ہیں:

(الف) مادی تقاضے:

دنیاوی ضرورتیں اور مادی وسائل کا تعلق انسان کے دنیاوی معاملات، ضروریات ساتھ تعلقات وروابط سے ہوتا ہے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مادی تقاضے ہمارے معاشرتی اور معاشی امور سے متعلق ہوتے ہیں۔ مذہب ان اُمور کے سب پہلوؤں کے بارے میں ہدایت دیتا ہے تا کہ انسان کے مادی تقاضے بااحسن پورے ہوں اور زندگی با ضابطہ خوشگوار اور متوازن ہو سکے۔

(ب) روحانی تقاضے:

ان تقاضوں کا تعلق انسان کی روحانی زندگی اور روحانی نشوونما سے ہوتا ہے، اس کی ہستی اور ربوبیت کا شعور اور یقین حاصل کرنا ہے، اسی شعور اور یقین کی مدد سے وہ اپنی زندگی میں ایک خاص طرح کا اطمینان، احساس تحفظ اور اعتماد وقوت پا تا ہے، اسی یقین وقوت سے وہ روشنی حاصل ہوتی ہے جسے ایمان کہا جاتا ہے۔

مذہب کے مقاصد:

1۔ مذہب کے بڑے مقاصد میں سے ایک تو یقیناً ”توضیح“ ہے یعنی زندگی کے مختلف احوال ومواقع کا بامعنی مفہوم واضح کرنا، دنیا کے لوگ ہمیشہ تعجب کرتے رہے کہ زندگی کے معاملات کیسے شروع ہوئے۔ لوگ ہمیشہ زندہ رہنے کی بجائے مر کیوں جاتے ہیں، بیماریوں اور تکلیفوں میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں؟ بعض معاشرے تو مظاہر قدرت کی سائنسی توضیحات کا فہم ہی نہیں رکھتے اور ان کی مافوق الفطری قسم کی توجیہہ پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ بہرحال ان توضیحات اور توجیہات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

2۔ مذہب کا دوسرا بڑا مقصد ”تسکین دینا“ ہے، انسان کو اپنی زندگی میں بھوک، بیماری موت، افلاس، مصیبت وغیرہ سے سابقہ رہتا ہے۔ چنانچہ جسمانی مشکلات اور ذہنی پریشانیوں کے ہاتھوں یا ان کے خطرات اور اثرات کے سبب وہ خوف اور غم کا شکار رہتا ہے۔ اس قسم کی صورت حال میں مذہبی عقائد اور رسوم اس کی تسلی کا باعث بنتے ہیں۔ عبادات اور دعاؤں سے اسے تسکین حاصل ہوتی ہے۔ زندگی کی غیر یقینی اور مشکلات کو سہارنا اور ان میں سے تسکین کا پہلو نکالنا مذہبی عقائد ورسوم ہی کے سبب ممکن ہے۔

3۔ مذہب کا تیسرا بڑا مقصد لوگوں کے ”رواج واقدار کی توثیق“ ہے۔ کسی بھی معاشرے میں مذہبی عقائد بڑی اہمیت رکھتے ہیں، ان کی حیثیت ایک مضبوط موید کی ہوتی ہے جس کے سہارے لوگ کچھ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں اور ثقافتی خصائل کی وضاحت کرتے ہیں۔ انسان اپنے مذہبی عقیدے کی روشنی میں اپنے عمل اور رواج کی توجیہہ کرتے ہیں اور ان کا جواز پیش کرتے ہیں۔

4۔ پھر ”معاشرتی استحکام“ بھی مذہب کا ایک اہم مقصد ہے۔ خصوصاً ان معاشروں میں جہاں پورے گروہ کے لئے یکساں مذہبی عقائد ورسوم موجود ہیں۔

5۔ مذہب فرد کو ”احساس تحفظ“ فراہم کرتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ خدا مالک ہے، حامی وناصر ہے یا رخصت ہوتے ہوئے کہتے ہیں، خدا حافظ۔

6۔ مذہب شک وگمان یا اسرار کے بجائے ”یقین واعتماد“ پیدا کرتا ہے۔ جسے عموماً ایمان کی قوت کہا جاتا ہے۔

7۔ مذہب ”تسلّی اور تسکین“ کا باعث بنتا ہے، خصوصاً موت کے خیال سے۔ یہ ایمان داروں کو ایک قسم کی طاقت کا احساس دلاتا ہے۔

مذہب ایک ایسی قوت کے طور پر کام کرتا ہے جو افراد کو معاشرے کے ایک خاص سانچے میں ڈھالتا ہے اور معاشرتی کنٹرول کا ذریعہ بنتا ہے۔ مذہبی نظام ایک معاشرے کے معاشرتی اداروں کی حمایت کرتا ہے اور خاص رویوں کے لئے رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ دنیا کی اکثر مذہبی تنظیمیں اس جدوجہد میں پیش پیش ہیں کہ عہد حاضر میں انسانی زندگی کی کیفیت میں بہتری پیدا کی جاسکے مذہبی تعلیمات میں ہمیشہ نیکی، بھلائی اور شرافت کی تلقین ملتی ہے۔ مذاہب نے اعلیٰ معاشرے اور انسان کی عمدہ کیفیت کا درس دیا ہے۔ مذاہب معاشرتی تبدیلی اور معاشرتی تواتر دونوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور یہ دونوں عمل معاشرے میں جاری وساری رہتے ہیں لیکن جو عقائد مستحکم اور اٹل ہوں ان میں رود بدل یا تغیر کسی قیمت پر گوارا نہیں کیا جاسکتا۔

☆☆☆☆

مشکلات کے حل میں مذہب کی راہنمائی

بدھ مت کے بانی گوتم بدھ نے ایک جملے میں اپنے مذہب کا فلسفہ بیان کیا ہے کہ ''دُنیا دکھوں کا گھر ہے''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان تقریباً اڑھائی ہزار سال پہلے بھی دکھوں، پریشانیوں اور مصائب میں گھرا ہوا تھا۔ اُس دور کی نسبت آج زندگی زیادہ آسان ہے لیکن انسان کو سکون اور اطمینان پھر بھی میسر نہیں۔ کتنے ہی ارب پتی افراد ہیں، جو نیند کی گولیاں کھا کر سوتے ہیں۔ غریب ہے تو وہ سو طرح کی مصیبتوں کا شکار ہے۔ جسے ذرا چھیڑیں دکھوں اور محرومیوں کی کہانی سنانے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو بعض اوقات اچانک، غیر متوقع اور ناپسندیدہ صورتِ احوال کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی بحرانی صورت حال افراد کے ساتھ ساتھ قوموں کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ان مشکلات سے نپٹنے کے لیے مذہب اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ایک دفعہ ایک معروف دانش ور عرب کے ایک صحرا میں خانہ بدوش بدوؤں کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ اچانک انھیں ایک آندھی نے آ گھیرا۔ اس طوفان میں حُسنِ اتفاق سے انسانی جانیں تو بچ گئیں مگر ان کا مال و اسباب، اونٹ اور پانی کا ذخیرہ بڑی حد تک تباہ ہو گیا۔ بچ جانے والوں کے پاس صرف تن کے کپڑے رہ گئے تھے۔ وہ یقیناً پریشان تو ہوئے ہوں گے لیکن یہ کہہ کر کہ خدا تعالیٰ اور دے گا آگے چل پڑے۔ دانش ور ان کا توکل اور خدا پر پختہ یقین دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر مادہ پرست معاشرے میں اگر ایسا واقعہ پیش آتا تو متاثرین شاید مایوسی کا شکار ہو جاتے۔ یہ ان کی مذہبی تربیت، عقائد اور توکّل کا نتیجہ تھا کہ نہ صرف بحران سے اطمینان کے ساتھ باہر نکل آئے۔ بلکہ اس میں مایوسی کا شکار بھی نہ ہوئے۔

شخصی زندگی کئی قسم کے بحرانوں کا شکار ہوتی ہے۔ اچانک وبا پھیلتی ہے اور ایک ایک گھر سے بیک وقت کئی کئی جنازے اُٹھتے ہیں۔ سارے گھر میں صرف ایک فرد بچتا ہے۔ اس کی ذہنی کیفیات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک اور آدمی مالی خسارے کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا بال بال قرضے میں جکڑا جاتا ہے۔ اکلوتی اولاد کی موت، معذوری، گھر کے کسی بھی فرد کا پاگل پن اور اسی طرح کے کئی بحران ایک فرد کی زندگی کو اجیرن بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک قوم مالی مشکلات کا شکار ہو کر بحرانوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں سونامی جیسے طوفان تباہی مچا دیتے ہیں۔ زلزلے شہروں کے شہر اُلٹ دیتے ہیں۔ کوئی قوم جنگ اور جارحیت کا شکار ہو جاتی ہے اور ہزاروں لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، بہت سے معذور افراد اور لاکھوں بے گھر ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے تمام نجی اور قومی بحرانوں میں بڑے حوصلے اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ حوصلہ صرف مذہب عطا کرتا ہے اور وہ ٹوٹے دلوں کا سہارا بنتا ہے۔

مذہب دو طرح سے انسانوں کے کام آتا ہے۔ مذاہب کی اخلاقی تعلیمات انسان کو دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے پر آمادہ کرتی ہیں اور دوسروں کی خدمت کے لیے تحریک پیدا کرتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رحم دلی، ایثار، سخاوت اور ہمدردی جیسی صفات مذہب کی سکھائی ہوئی ہیں۔ اس لیے جنگوں، زلزلوں یا کسی اور قدرتی آفت کے آنے پر مذہبی تنظیمیں اور ان سے وابستہ افراد خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہو کر انسانی خدمت کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ مریضوں کو دوائیں دیتے ہیں، معذوروں کا علاج کرتے ہیں اور اجڑے ہوئے لوگوں کو آباد کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ مالی ایثار بھی کھلے دل سے کرتے ہیں۔ آب رسانی، خوراک مہیا کرنا اور ایسے بہت سے

بھلائی کے کام کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ مشینری سے کیا جاتا ہے۔ غیر سرکاری تنظیموں کے لوگ بھی یہ کام کرتے ہیں، لیکن مذہبی لوگ خدمتِ خلق میں پیش پیش اور زیادہ سرگرم ہوتے ہیں۔

مذہب کا دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ، وہ انسان کو نفسیاتی حوصلہ دیتا ہے۔ انسان بستر مرگ پر پڑا ہو۔ تو دعا کر رہا ہوتا ہے کہ اے خدا! مجھ پر رحم فرما، میں بہت کمزور انسان ہوں۔ مالی بحران کی صورت میں دوسرے اس کی مدد کو آتے ہیں۔ مذاہب میں آمدنی کا ایک خاص حصّہ غریبوں، بیواؤں، یتیموں، مقروض اور نادار لوگوں کے لیے وقف ہوتا ہے۔ اعزا کی موت کی صورت میں بھی مذہبی لوگ قدرے پرسکون رہتے ہیں کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ موت برحق ہے اور خدا کی طرف سے اٹل ہے۔ مریض اس لیے صبر سے بیماری کا سامنا کرتا ہے کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ خدا سے محبت اور اس کے احکام کی تعمیل کی جائے تو سب کچھ آسان ہو جاتا ہے، نیز مذہبی حلقوں میں یہ یقین بھی پختہ ہے، کہ بیماری کے ذریعے ان کے گناہ کم ہوتے ہیں۔

مشکلات اور مصائب میں انسان خدا کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ عبادت گاہوں میں لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ دعائیں کثرت سے مانگی جاتی ہیں۔ ایثار، قربانی اور دوسروں کی مالی مدد کا جذبہ بڑھ جاتا ہے۔ خشک سالی جیسے بحران میں سب انسان آبادیوں سے باہر آ کر گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ یہ دعائیں ایک بڑا نفسیاتی سہارا بھی ہیں۔ تقدیر پر ایمان انھیں صبر اور اطمینان کی نعمت بخشتا ہے۔ اسی طرح موت کے برحق ہونے اور اس کے وقت مقررہ کے بارے میں یقین سے انسان جیتے جی مرنے سے بچا رہتا ہے۔

تمام مذاہب ہمیں امید کا درس دیتے ہیں۔ جب آدمی مایوس ہو جائے، تو اُسے کئی قسم کی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلاً، دل کا دورہ، پاگل پن، شریانوں کا پھٹ جانا وغیرہ۔ مذاہب اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ جو مصیبت بھی آئی ہے، خدا اسے دُور کر دے گا، کیوں کہ یہ اسی کی طرف سے ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس طرح وہ ان انتہائی مشکل صورتِ حال میں بھی مطمئن اور پُرسکون رہتا ہے۔ جب کہ مذہب سے دُور شخص مصیبت سے نجات پانے کے لیے کوئی انتہائی قدم اُٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ بعض اوقات خودکشی کر کے جان سے گزر جاتا ہے۔ افراد کی طرح قومیں بھی بڑے بڑے بحرانوں کا شکار ہوتی ہیں۔ مثلاً، سیاسی بحران، جنگ کا مسلط ہونا، فکری بے راہ روی، جہالت کا دور دورہ وغیرہ۔ ایسے مواقع پر مذاہب رہنمائی کرتے ہیں اور صبر و حوصلے سے مشکلات کا سامنا کرنے کا درس دیتے اور حوصلہ عطا کرتے ہیں اور جو قومیں خدا سے مدد طلب کرتی ہیں۔ خدا ان کی مدد کرتا ہے اور وہ مشکلات پر قابو پا لیتی ہیں۔

☆☆☆☆

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ مذہب مشکلات میں ایک فرد کی کیا مدد کرتا ہے؟

2۔ قومی بحرانوں میں مذہب کیسے کام آتا ہے؟

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ گوتم بدھ کا اس دنیا کے بارے میں کیا نظریہ تھا؟

2۔ دولت مند کو نیند کیسے آتی ہے؟

3۔ عرب بدوؤں کو کس خوبی نے بحران سے نکلنے میں مدد دی؟

4۔ شخصی زندگی میں کیسے بحران آتے ہیں؟ صرف نام لکھیں۔

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ بدتر حالات میں..................ایک بڑا سہارا بنتا ہے۔

(ا) مذہب (ب) روپیا پیسا (ج) قبیلہ (د) توکّل

2۔ تمام مذاہب..................کا درس دے کر مایوسی کے اندھیروں سے نکالتے ہیں۔

(ا) خودی (ب) خداشناسی (ج) یقین کامل (د) امید

3۔ مذہب انسانی کردار میں .... پیدا کرتا ہے۔

(ا) رحم دلی اور ہمدردی (ب) ایثار اور سخاوت (ج) خدمت خلق کا جذبہ (د) ا، ب، ج

4۔ کسی بھی قومی بحران میں مذہب..................کا درس دے کر مشکلات سے نکالتا ہے۔

(ا) صبر وحوصلہ (ب) توکّل (ج) خودداری (د) خدمتِ خلق

(د) صحیح جملے کے سامنے ''ص'' اور غلط کے سامنے ''غ'' لگائیے۔

1۔ اخلاق انسانی معاشرے کی صحت بخش تعمیر کے لیے ضروری ہیں۔

2۔ اخلاق ہر انسان کا نجی معاملہ ہے۔

3۔ مذاہب اخلاقی اقدار کے علم بردار ہوتے ہیں۔

4۔ اخلاق ظلم کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

5۔ شخصی اوصاف کا تعلق معاشرے سے نہیں ہوتا۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1۔ ایسی کہانیوں کا انتخاب کریں جن میں کوئی مصیبت کا مارا کسی اخلاقی سہارے کی وجہ سے بچ نکلا ہو۔ ایسی چند چیدہ چیدہ کہانیوں کا مجموعہ تیار کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ 2005 میں کشمیر اور بالاکوٹ میں آنے والے تباہ کن زلزلے سے طلبہ کو آگاہ کریں اور طلبہ کو بتائیں کہ پاکستانی قوم اس بحران سے کیسے نکلی؟ اس میں خدمتِ خلق، لوگوں کے حوصلے اور توّکل کا ذکر ضرور کریں۔

☆☆☆☆

گناہ اور جرم کا تصوّر

گناہ اور جرم کا وجود ازل سے انسان کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور وہ تاریخ کے کسی بھی دَور میں اس تصوّر سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پا سکا۔ گویا یہ دونوں انسان کی فطرت اور سرشت میں داخل ہیں۔ اس لیے انسان اور جرم و گناہ ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔ لوگوں کے ایک ساتھ رہنے سے ایک دوسرے پر انحصار بڑھتا ہے، تو حقوق و فرائض کی ابتدا ہوتی ہے، اور جب حقوق پوری طرح ادا نہ کیے جائیں یا فرائض میں کوتاہی کی جائے تو حق تلفی وجود میں آتی ہے اور یہیں سے گناہ اور جرم جنم لیتے ہیں۔

گناہ اور جرم کے محرکات کیا ہیں؟ اور انھیں کم کرنے میں مذہب کیا کردار ادا کرتا ہے؟ اس سلسلے میں ماہرین کی آرا مختلف ہیں۔ ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ جب انسانی ضروریات بڑھ جائیں، مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگے، وسائل کم ہو جائیں اور انسان تھوڑے پر راضی نہ رہے تو انسان ناجائز ذرائع سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے لگتا ہے۔ کبھی یوں ہوتا ہے کہ انسان کی صرف تفریحِ طبع بھی جائز حدود سے بڑھ جائے، تو انسان تہذیب اور قانون کے دائرے سے نکل کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح وہ گناہ اور جرم کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس دلدل میں دھنستا ہی چلا جاتا ہے۔

انسانی زندگی میں صحیح اور غلط، جائز اور ناجائز نیز گناہ و ثواب کے تصورات بھی مختلف ہیں۔ ایک معاشرے میں جو کردار اچھا سمجھا جاتا ہے، وہی کردار دوسرے ماحول میں قابلِ مذمت قرار پاتا ہے۔ بعض رسم و رواج بے شک غلط بھی ہوں، وہ معاشرے میں رواج پا جائیں، تو ایک مدت کے بعد انھیں اپنانے میں قباحت محسوس نہیں کی جاتی۔ اس کے باوجود کچھ اخلاقی خوبیاں اور خامیاں ایسی ہیں جن پر بہت سی قوموں اور مختلف معاشروں کا اتفاق ہوتا ہے اور یہی مذہب کے مقرر کردہ اصول ہیں۔

تمام مذاہب میں ایسی برتر ہستی کا تصور پایا جاتا ہے، جو نہ صرف انسان اور پوری کائنات کی خالق بھی ہے اور اسے چلا بھی رہی ہے الہامی مذاہب کی یہ قدر مشترک ہے کہ انسان اپنے خالق کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اسی طرح مذہب زندگی گزارنے کا لائحہ عمل دیتا ہے اور اصول وضوابط بھی۔ جنھیں کروڑوں انسان آج بھی تسلیم کرتے ہیں اور کروڑوں ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ بہت سے ممالک ان مذہبی ہدایات کے مطابق قانون سازی بھی کرتے ہیں۔ مذہب کچھ کام کرنے کے احکام دیتا ہے اور کچھ کاموں پر پابندیاں عائد کرتا ہے۔ ان قوانین یا اصول وضوابط کی خلاف ورزی گناہ ہوتی ہے۔

سماجی تحفّظ کے لیے انسان تہذیبی دائروں میں رہ کر جو قانون سازی کرتا ہے۔ ان قوانین کی خلاف ورزی گناہ بھی ہوگی اور جرم بھی۔ اگر کسی ملک کا قانون مذہبی ہدایات واحکام سے الگ ہے، تو ایسے قانون کی خلاف ورزی اسی صورت میں جرم ہوگی جب قانون نے اس جرم کی سزا بھی مقرر کی ہو۔ گویا گناہ کا تعلق الہیات سے ہے اور اس کی سزا بھی موت کے بعد ہوگی جب کہ ملکی قوانین کی خلاف ورزی کی سزا ملک کا قانون اسی دنیا میں دیتا ہے۔

گناہ اور جرائم کی جڑیں انسانی فطرت میں گہرائی تک اتری ہوئی ہیں، اگر کسی معاشرے کا بڑا حصہ مذہبی احکام کا پابند ہے اور اس کی اقدار پر ایمان رکھتا ہے، تو اس معاشرے میں جرائم کی شرح کم ہوگی۔ اس لیے کہ خدا خوفی اسے اُس وقت بھی غلط کام سے روکتی ہے،

جب اسے دوسرا کوئی انسان نہیں دیکھ رہا ہوتا۔ موقع ملنے کے باوجود دوسروں کی حق تلفی نہیں کرتا، چوری اور بددیانتی سے باز رہتا ہے۔ کسی مجبوری یا تحسین کے بغیر رفاہ عامہ کے کام صرف نیکی سمجھ کر کرتا ہے' اگر اس سے غلطی سرزد ہو جائے' اور وہ کوئی ایسا کام کر بیٹھے جو مذہبی یا ملکی قوانین کے خلاف ہو، تو گواہ نہ ہونے کے باوجود اس کے ضمیر پر بوجھ بن جاتا اور وہ اس کی تلافی کی کوشش کرتا ہے۔ گناہ کے ساتھ معافی کا تصور توبہ سے مشروط ہے۔

جرائم کا انسداد کیسے ہو؟ یہ ہر ملک، ہر قوم اور پوری انسانیت کے لیے اہم سوال ہے۔ قتل، ڈاکے، اغوا، دھوکے بازی اور عزت برباد کرنے سے لے کر غیبت، بدکاری، حسد، بغض اور کینہ پروری تک سیکڑوں قسم کے جرائم اور گناہ کیے جا رہے ہیں۔ آخر اس بین الاقوامی مرض کا حل یا علاج کیا ہے؟ اس کا تدارک دو طرح سے ممکن ہے۔

مذاہب کے مطابق اس کائنات کو بنانے والی بزرگ و برتر ہستی کے قانون کو تسلیم کیا جائے، جس میں نہ صرف انسان کی جان، مال اور عزت و آبرو کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے، بلکہ کڑی سزاؤں کے ذریعے سے جرائم کی بیخ کنی بھی کی جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ مذاہب میں عدل و انصاف پر زور دیا گیا ہے اگر عدل اور انصاف کے ضابطوں پر عمل کیا جائے تو جرائم نہایت کم ہو جاتے ہیں اور اگر غیر الہامی مذہب کی اخلاقی تعلیمات پر سچّے دل سے عمل کرایا جائے، تو بھی نتائج بہتر ہو سکتے ہیں، مگر جرائم روکنے کے لیے سزا کا ہونا ضروری ہے۔ عملی دنیا میں اس کے بغیر جرائم کم نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جرم و گناہ پر قابو پانے کے لیے مذہب کی ہمیشہ اشد ضرورت رہے گی۔

مذاہب اس لحاظ سے بھی گناہ اور جرم کو روکنے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں، کہ انسان کے اندر جواب دہی کا احساس یقیناً موجود ہوتا ہے، اور وہ موت کے بعد بڑی سزا سے بچنے کے لیے تنہائی اور سازگار مواقع ملنے پر بھی جرائم اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جہاں تک دیگر قوانین کا تعلق ہے، تو ایک ذہین مجرم قانون کو توڑتا ہے اور قانون کی گرفت میں بھی نہیں آتا۔ بعض اوقات تو قانونی تشریحات بھی اُسے سزا سے بچا لیتی ہیں۔ دوسرا طریقہ انسان کے بنائے ہوئے ان قوانین پر سختی سے عمل کرانا ہے، جو کسی ریاست یا قوم کے باشندوں کے لیے اور بین الاقوامی سطح پر تمام قوموں کے لیے بنائے گئے ہیں، اگر ہر ملک اپنی حدود اور اقوام متحدہ دنیا بھر میں قانون کی عملداری کرائے اور انصاف کے تقاضے پورے کرے، تو بے شک سو فیصد جرائم کو ختم تو نہیں کیا جا سکتا، مگر انھیں بڑی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ایک فلاحی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ جرائم کیوں ہوتے ہیں؟ اس بارے میں مختلف نظریات کا جائزہ لیں۔

2۔ جرائم کی بیخ کنی میں مذہب کا کردار پیش کریں۔

3۔ جرائم کی شرح کم کرنے کے لیے چند تجاویز تحریر کریں۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ حقوق و فرائض میں توازن نہ رہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

2۔ گناہ اور جرم میں کیا فرق ہے؟

3۔ تین ایسے بڑے جرائم کے نام لکھیں جو گناہ بھی ہیں۔

4۔ جرائم روکنے کے لیے تین قسم کے قوانین کے نام لکھیں۔

5۔ تین بڑے الہامی مذاہب کے نام لکھیں۔

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ گناہ اور جرم ______

(ا) ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ (ب) ایک چیز ہیں۔

(ج) ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ (د) آپس میں کوئی تعلق نہیں۔

2۔ جرائم بڑھ جاتے ہیں جب ______

(ا) وسائل کم ہو جائیں۔ (ب) ضروریات بڑھ جائیں۔

(ج) اخلاقی تعلیمات کم ہو جائیں۔ (د) وسائل زیادہ ہو جائیں۔

3۔ تفریح طبع کے لیے خریدے گئے آلات کچھ عرصے کے بعد ______

(ا) اکتاہٹ پیدا کرنے لگتے ہیں۔ (ب) شوق کو بڑھا دیتے ہیں۔

(ج) ضرورت بن جاتے ہیں۔ (د) بیکار ہو جاتے ہیں۔

4۔ مذاہب کی ہدایات پر عمل کیا جائے تو جرائم ______

(ا) ختم ہو جاتے ہیں۔ (ب) کم ہو جاتے ہیں۔

(ج) جوں کے توں رہتے ہیں۔ (د) پیدا ہونا بند ہو جاتے ہیں۔

5۔ جرائم کے خاتمے کے لیے سزا ________

(ا) منفی کردار ادا کرتی ہے۔ (ب) کوئی کردار ادا نہیں کرتی۔

(ج) مثبت کردار ادا کرتی ہے ۔ (د) ایک حد تک مفید رہتی ہے۔

(د) **خالی جگہ پُر کریں۔**

1۔ حق تلفی ....کو جنم دیتی ہے۔

2۔ ایک فعل جو ایک معاشرے میں قابلِ تحسین ہے وہ دوسرے میں ....ہوسکتا ہے۔

3۔ تمام الہامی مذاہب میں ایک برتر ....کا تصور موجود ہے۔

4۔ عدل سے کام نہ لیا جائے تو جرائم ....جاتے ہیں۔

5۔ قانون کی عمل داری سے جرائم ....جاتے ہیں۔

(ہ) **طلبہ کے لیے سرگرمیاں:**

1۔ جرائم کی وجوہات کیا ہوتی ہیں۔ اس موضوع پر ایک گروہی مباحثہ کریں۔

2۔ ”ندامت گناہوں کی دھو دیتی ہے“ اس موضوع پر اپنے استادِ محترم یا کسی بزرگ سے کوئی واقعہ پوچھ کر دوسروں کو بتائیں۔

(و) **اساتذہ کے لیے ہدایات:**

اخبارات کی جرائم کی رپورٹیں ملاحظہ کریں اور طلبہ کو ان کی وجوہات سے آگاہ کریں۔

☆☆☆☆